منتخب اردو فتاوٰی جات میں جنائز سے متعلق احکامات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Review of Rulings Regarding Funeral: A Study of Selected Urdu Fatwas

Dr. Sultan Sikandar
Assistant Professor Govt. Graduate Islamia College, Railway Road, Lahore:
sultanpu3@gmail.com

Dr. Saeed Ahmed
Associate Professor, Institute of Islamic Studies, University of The Punjab, Lahore:
saeed.is@pu.edu.pk

Abstract:
The rulings related to the funeral refers to all the issues related to death. It includes issues such as death and the conditions of death, talqeen, bathing the dead, shroud, funeral prayer, burial, condolence and reward. These issues have been examined in the light of the Qur'an and Sunnah and the ijtihad of jurists, especially considering the nature of the differences of jurists in the practical orders, it has been analyzed and compared that when funeral is FARZ KIFAYA, then the legal status of its conflicting aspects is also of the same level and this conflict has the status of MUSTAHAB. This is important for every Muslim to understand the rulings related to it because these rulings are related to the life of every human being. In this article, three fatwas have been specially selected. Among these fatwas, Fatwa Sanaiya, Fatwa Rizwiyya and Fatwa Darul Uloom Deoband are on the top. Because these three fatwas have difference opinion, the nature of this sub-difference has been examined and coincidental components have been found. In reasoning from Ayat and Ahadith, the legal aspects have been taken into consideration.

Keywords: *Janaiz, Funrel Prayer, Grave and Graveyard, Prayer*

تمہید

جنائز سے متعلق احکام سے مراد وہ تمام احکام و مسائل ہیں جن کا موت اور مرنے والے سے تعلق ہے۔ اس میں موت اور عالم نزع کی کیفیات، تلقین، غسل میت، کفن، نماز جنازہ، تدفین، تعزیت اور ایصال ثواب جیسے مسائل شامل ہیں

۔انہی مسائل کا قرآن و سنت اور فقہائے کرام کے اجتہادات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے خصوصاً عملی احکامات میں فقہاء کرام کے اختلاف کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اس بات کا تجزیہ اور تقابل کیا گیا ہے کہ جنازہ جب خود فرض کفایہ ہے تو اس کی اختلافی پہلوؤں کی قانونی حیثیت بھی اسی درجے کی ہے اور یہ اختلاف استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔جنائز سے متعلق احکامات کا سمجھنا ہر مسلمان کے لیے اس لیے بھی ضروری ہے کیوں کہ یہ احکام ہر انسان کی زندگی سے متعلق ہیں۔

اس مضمون میں تین فتاوٰی جات کا خصوصی انتخاب کیا گیا ہے۔ان فتاوٰی جات میں فتاوٰی ثنائیہ، فتاوٰی رضویہ اور فتاوٰی دارالعلوم دیوبند سر فہرست ہیں کیوں کہ یہ تینوں فتاوٰی جات فروعی اختلافی فکر کے حامل ہیں اس فروعی اختلاف کی نوعیت کو جانچا گیا ہے اور اتفاقی اجزاء تلاش کیے گئے ہیں، آیات اور احادیث سے استدلال کرنے میں احکامی پہلوؤں کا خیال رکھا گیا ہے۔

فتاوٰی ثنائیہ اور اس کے مصنف کا تعارف:

ابو الوفاء ثناء اللہ امر تسری (ولادت: 12 جون 1868ء: وفات: 15 مارچ 1948ء) معروف عالم دین، مفسرِ قرآن، محدث، مؤرخ، صحافی، ادیب، خطیب و مصنف تھے، جو امر تسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان 1860ء میں کشمیر کے ڈوگرا حکمران راجا رنبیر سنگھ کی ستم رائیوں سے تنگ آکر امر تسر میں سکونت پزیر ہوا۔ مولانا کی عمر 7 سال تھی کہ اُن کے والد کی وفات ہو گئی۔

مولانا ثناء اللہ 14 سال کے ہوئے تو پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے مولانا احمد اللہ رئیس امر تسر کے مدرسہ تائید الاسلام میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔1902ء میں آپ نے جامعہ پنجاب سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔ مولانا ابو الوفا کی تصانیف رسائل و جرائد کی تعداد کم و بیش 174 ہے۔ مولانا ثناء اللہ 13 اگست 1947ء کو ہی ہجرت کر کے ملک کی آزادی میں اپنے اکلوتے بیٹے مولوی عطاء اللہ کی قربانی دے کر لاہور تشریف لائے۔ سید سلیمان ندوی نے مولانا کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لیے ان کا شمشیر بے نیام ہو تا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کی۔ مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا اس کی مخالفت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے"۔[1]

آپ کے فتاوٰی جات کو مولانا داؤد راز نے مرتب کیا ہے۔ موجودہ ترتیب میں دو جلدوں پر مشتمل ہے جس کو ادارہ ترجمان السنہ واقع ایبک روڈ نے شائع کیا ہے یہ فتاوٰی ان کی 44 سالہ زندگی میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔

مسائل میں فقہائے احناف کے ساتھ تقابل کرتے ہیں اور تقابل کا انداز اصولی نوعیت کا ہوتا ہے جس میں صرف اپنی رائے پر زیادہ اصرار اور تشدد نظر نہیں آتا ہے۔

فتاوٰی رضویہ اور اس کے مصنف کا تعارف:

آپ کی ولادت 16، جون 1856ء کو ہوئی۔[2] آپ کا تاریخی نام "المختار" ہے اور آپ کا اسم گرامی "محمد" ہے۔ اور آپ کے جد امجد آپ کو "احمد رضا" کہہ کر پکارا کرتے اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب افغانستان کے مشہور و معروف قبیلہ بڑہیچ سے ہے جو افغان کے جد امجد قیس عبد الرشید (جنہیں سرکار دو عالم، نورِ مجسم شاہ نبی آدم کی خدمت عالیہ میں حاضری دے کر دین اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی) کے پوتے "شر جنون" الملقب بہ شرف الدین کے پانچ بیٹوں میں سے چوتھے بیٹے بڑہیچ سے جا ملتا ہے۔ گویا آپ ایک صحابی رسول کی اولاد میں سے ہیں۔[3]

---

[1] ندوی، سید سلیمان، یادِ رفتگاں، مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد، کراچی، ص370

[2] حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکتبہ المدینہ، باب المدینہ کراچی، 1/ 58

[3] اعوان، محمد اکبر شاہ، احمد رضا خان بڑہیچ افغانی، مطبوعہ کراچی، ص35

چار برس کی عمر میں قرآن مجید کا ناظرہ ختم کر لیا، پھر آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں مرزا غلام قادری بیگ سے حاصل کیں اور 21 علوم (علم تفسیر، علم حدیث، علم العقائد والکلام، علم فلسفہ، کتب فقہ حنفی و شافعی مالکی و حنبلی، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، علم نجوم وغیرہ) کی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان سے حاصل کی۔

آٹھ سال کی عمر میں آپ نے فن نحو کی مشہور و معروف کتاب "ہدایہ النحو" کی عربی شرح لکھی۔ تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کے عمر میں یعنی 16/ شعبان المعظم 1286ھ بمطابق 19، نومبر 1869ء کو جملہ مروجہ علوم و فنون سے فارغِ التحصیل ہوئے۔ اسی دن آپ نے رضاعت کے متعلق پہلا فتوی لکھا، والد ماجد علامہ نقی علی بریلوی (م1297ھ) نے خوش ہو کر فتوی نویسی کی اجازت دے دی اور مسند افتا پر بٹھا دیا پھر جب 1297ھ میں مولانا نقی علی خان کا انتقال ہوا تو کلی طور پر آپ فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دینے لگے۔ آپ کے فتوی کا انداز آپ کے کتب فتوٰی سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔[4]

"فتاوٰی رضویہ" فقہ حنفی کے مطابق آپ کے جاری کردہ ہزاروں فتاوٰی جات کا مجموعہ ہے، اس علمی ذخیرے کو فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاتا ہے۔ اس کا پورا نام " اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّة فِی الْفَتَاوی الرِّضْوِیَّةِ" ہے جسے مختصر طور پر "فتاوٰی رضویہ" کہا جاتا ہے۔ تخریج شدہ 33 جلدیں ہیں جن میں کل 6847 سوالات کے جوابات ہیں اورآپ کے 206 رسائل بھی اس میں شامل ہیں۔ قرآن وحدیث، فقہ، منطق اور علم کلام سے مذین ہے۔

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند کا تعارف:

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی (1275 تا1347 ہجری) مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے افادات کا مجموعہ ہیں۔ جس پر ترتیب قدیم اور تعلیق حضرت مولانا محمد ظفیر الدین صاحب (1344 تا1432 ہجری) کی ہے۔ اور اس کو مکتبہ دارالعلوم دیوبند نے 18 جلدوں میں شائع کیا ہے جو 9158 صفحات اور تقریباً 15621 فتاوٰی جات پر مشتمل ہے۔

---

[4] حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی، از پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ص56

تمام جلدوں میں موضوعات کی تقسیم درج ذیل ہے:

جلد1: كتاب الطہارة، جلد2: كتاب الصلوة، جلد3: كتاب الصلوة، جلد4: كتاب الصلوة، جلد5:كتاب الصلوة، جلد6: كتاب الزكوة، كتاب الصوم، كتاب الحج،جلد7:كتاب النكاح، جلد8: كتاب النكاح جلد9: كتاب الطلاق، جلد10: كتاب الطلاق، جلد11: ثبوت النسب، حضانت، نفقه، جلد12: كتاب الايمان و النذور، كتاب القصاص، كتاب الحدود، كتاب السير، كتاب اللقطه،جلد13: الشركة، القسمة، المضاربة، الوقف، جلد:14 بقية الوقف، آداب المساجد و القرآن و المقابر، البيوع، الربا، القمار، التامين، جلد:15 القرض، القضاء و التحكيم، الشہادة، الوكالة، الدعوى، الاقرار، الصلح، الوديعة، العارية، الہبه، الاجارة، الغصب، الشفعة، المزارعة، الذبائح و الصيد، الاضحية و العقيقة ، جلد16: كتاب الحظر و الاباحةجلد، 17: بقية كتاب الحظر و الاباحة، الوصية، الفرائض،جلد18: كتاب الايمان و الرسوم و البدعات۔

اسلام میں نمازِ جنازہ کا آغاز ہجرت کے پہلے سال ماہِ شوال میں ہوا۔ حافظ ابن کثیر (م:774ھ) نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ میں ہجرت کے سات مہینے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔[5]

نمازِ جنازہ کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

غزوۂ تبوک (9ہجری) میں شریک نہ ہونے والے دو طرح کے لوگ تھے ان میں منافقین بھی تھے اور چند مخلص صحابہ کرام (کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع) بھی تھے۔ منافقین کے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی وجہ ان کی منافقت تھی جس پر اللہ تعالٰی نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور اُن کی مذمت میں سُورَةُ التَّوبَة آیت نمبر 84 میں نازل ہوئی اور اُن کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے کی ممانعت نازل فرمائی:

"وَلَاتُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْہُمْ مَّاتَ اَبَدًاوَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ اِنَّہُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَ ہُمْ فٰسِقُوْنَ"[6]

---

[5] ابوا لفداء، اسما عیل بن عمر، عماد الدین، البدایه والنہایه، دارالفکر ،بیروت، 626/2

[6] التَّوْبَةِ ،84:9

"اور اِن (منافقین) میں سے جو مر جائے آپ(ﷺ) کبھی بھی اس کی نمازِ (جنازہ) نہ پڑھیے اور نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہوں بے شک انھوں نے اللہ اور اُس کے رسول(ﷺ) کے ساتھ کفر کیا اور اِس حال میں مرے کہ وہ فاسق تھے"۔

اس کے بعد سورَۃُ التَّوْبَۃِ ہی کی آیت نمبر118 میں اس بات کو بھی واضح کر دیا گیا کہ جو صحابہ اس غزوۂ میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کی نیت درست تھی اور ان کی توبہ قبول ہو گئی ہے:

"وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭحَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭاِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" [7]

ترجمہ:"اور (اللہ نے) اُن تینوں پر (بھی نظرِ کرم فرمائی) جن (کے معاملہ) کو ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب اُن پر زمین کشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی اور اُن پر (ان کی) اپنی جانیں تنگ ہو گئیں اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کی گرفت) سے خود اُس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پھر اس (اللہ) نے اُن پر نظرِ کرم فرمائی تاکہ وہ توبہ پر قائم رہیں بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے"۔

اور سورَۃُ التَّوْبَۃِ آیت نمبر103 میں ان کے صدقات قبول کرنے اور ان کے لیے دُعا(نمازِ جنازہ) کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

"خُذْ مِنْ اَمْوَا لِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭاِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭوَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ" [8]

ترجمہ:" آپ(ﷺ) اِن کے مال میں سے صدقہ لیجیے تاکہ آپ اُنھیں پاک کریں اور اس کے ذریعہ اِن کا تزکیہ کریں اور اِن کے حق میں دُعا فرمائیں بے شک آپ کی دُعا اِن کے لیے (باعثِ) تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے"۔

---

[7] التَّوْبَۃِ، 118:9

[8] التَّوْبَۃِ، 103:9

اس آیت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مومنین کا جنازہ پڑھایا جائے گا اور قبروں پر کھڑا بھی ہوا جائے گا، قبر کے پاس ختمِ قرآن پڑھنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے روک نہ رکھو بلکہ اسے قبر کی طرف جلدی لے جاؤ اور اس کی قبر پر اس کے سر کی جانب سُورَۃُ الْ-فَاتِحَۃِ اور اس کے پاؤں کی جانب سُورَۃُ الْبَ-قَرَۃِ کی آخری آیات پڑھی جائیں"۔[9]

(شاہِ حبشہ) نجاشی کے جنازہ کے لیے آپ ﷺ نے قیام کا حکم دیا[10] اور چار تکبیریں کہیں۔[11]

اسی لیے نمازِ جنازہ میں دو چیزیں (چار بار اللہ اکبر کہنا اور قیام کرنا) فرض ہیں اور تین چیزیں (اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، درودِ پاک اور دُعائے مغفرت) سنت مؤکدہ ہیں۔[12] جنازہ تیار ہو جنازہ پڑھنے کے لیے آنے والا اگر وضو کرے تو جنازہ رہ جانے کا خوف ہو تو تیمّم کر کے جنازہ پڑھ سکتا ہے۔[13]

جنازہ میں امام کے ساتھ تاخیر سے ملنے والا کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہے تو کافی ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے پھر دُعا کرتے۔[14]

جنائز سے متعلق احکامات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ صحاح ستہ کی کتب الجنائز میں 846 احادیثِ مبارکہ مذکور ہیں۔

غسل، کفن اور تعزیت سے متعلق احکام:

دین اسلام کا امتیازی وصف طہارت اور پاکیزگی ہے جس کا زندہ اور مردہ دونوں طرح کے انسانوں کے حوالے سے بغیر کسی جنس کی تفریق کے خیال رکھا گیا ہے۔

---

[9] بيهقي، شعب الايمان، دارالكتب العلمية، بيروت، رقم 9294

[10] سنن نسائی:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1948

[11] صحیح بخاری :کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1318

[12] بہارِ شریعت، مکتبۃ المدینہ کراچی، ج1:ص829

[13] بہارِ شریعت:ج1:ص829

[14] مصنف ابن ابی شیبہ ،مطبوعہ ادارۃالقرآن، ج3ص294

میت کو غسل دیتے وقت زندہ انسان کی طرح میت کے ستر (شرمگاہ) کا خیال رکھتے ہوئے پہلے استنجا اس کے بعد وضو کروایا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی ران عریاں نہ کر اور نہ کبھی زندہ یا میت کی ران کو دیکھ۔[15]

پھر سارے جسم پر بیری کے پتوں کا پانی بہایا جائے اور جسم کی اچھی طرح صفائی کے بعد خوش بُو لگائی جائے اور مرد کو تین سفید نئے یا دھلے ہوئے کپڑوں (تہبند، قمیض، لفافہ) میں کفن دیا جائے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مرض الموت کے وقت حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو تم لوگوں نے کتنے کپڑوں کا کفن دیا تھا تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ تین سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا۔[16]

اور عورت کو پانچ کپڑوں (تہبند، سینہ بند، قمیض، اوڑھنی اور لفافہ) میں کفن دیا جائے۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے:
کفن مسنون میت مرد کے لیے صرف تین کپڑے کفنی، ازار، چادر ہیں۔ عورت کے واسطے پانچ کپڑے دوپٹہ و سینہ بند علاوہ کفن مذکور کے ہیں اور پیمائش کفنی گردن سے لے کر ٹخنوں تک ازار یعنی تہبند سر سے پیروں تک اور چادر ایک ہاتھ زیادہ تہبند سے طول میں اور عرض ازار اور چادر کا اس قدر کہ میت اچھی طرح لپٹ سکے اور دوپٹہ ہاتھ بھر اور سینہ بند سینہ سے لے کر رانوں تک ہے۔[17]

فتاویٰ ثنائیہ میں تہبند کو عورت کے کفن میں شامل نہیں کیا گیا ہے مفتی صاحب سے سوال پوچھا گیا کہ عورت کے لیے تہبند، چادر، لفافہ، کرتا وغیرہ پانچ کپڑوں میں کفن دیا جاتا ہے اس صورت میں کس طرح تہبند دیا جائے لفافہ کے اوپر یا لفافہ کے نیچے؟

---

[15] سنن ابی داؤد:کتاب الجنائز:حدیث نمبر3140

[16] صحیح بخاری:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1387

[17] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، عثمانی، عزیز الرحمن مفتی، ترتیب و تعلیق مولانا محمد ظفیر الدین، میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب، آرام باغ، کراچی، 5/259

مفتی صاحب نے جواب ارشاد فرمایا: عورت کے لیے پانچ کپڑے یہ ہیں" تین چادریں ایک سینہ بند، ایک سر کے بالوں کے باندھنے کا ان میں تہبند کوئی نہیں ہے۔[18]

فتاوٰی رضویہ میں کفن کو دو قسموں میں بیان کیا گیا ہے ایک کفن کفایت اور دوسرا کفن ضرورت۔

کفن کفایت سے کم دینا مکروہ ہے اور کفن ضرورت مرد اور عورت دونوں کے لیے وہ ہے جو مل جائے کم سے کم اتنا کہ پورے بدن کو چھپا دے۔

سنت مرد کے لیے تین کپڑے ہیں ایک تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو اور کفن گردن کی جڑ سے پاؤں تک اور چادر کہ اس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ پہلے چادر بچھائیں اس پر تہبند، پھر میت مغسول کا بدن ایک کپڑے سے صاف کریں پھر اس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہبند لپیٹیں، پہلے بائیں طرف پھر دہنی طرف لپیٹیں تاکہ داہنا حصہ بائیں کے اوپر رہے۔ پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔

اور عورت کے لیے پانچ کپڑے سنت ہیں تین یہی، مگر مرد اور عورت کے لیے کفنی میں اتنا فرق ہے کہ مرد کی قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہیے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔ چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔ پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر اور اس پر تہبند بدستور بچھا کر کفنی پہنا کر تہبند پر لٹائیں اور اس کے بال دو حصے کر کے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لا کر رکھیں اس کے اوپر اوڑھنی سر سے اڑھا کر بغیر لپٹے منہ پر ڈال دیں، پھر تہ بند اور اس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اسی طرح دونوں سمت باندھ دیں، ان سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں یہ کفن سنت ہے اور کافی اس قدر ہے کہ مرد کے لیے دو کپڑے ہوں تہبند اور چادر اور عورت کے لیے تین کفنی و چادر یا تہبند و چادر اور تیسرے اوڑھنی اس سے کفن کفایت کہتے ہیں۔

---

[18] فتاوٰی ثنائیہ، امر تسری، ثناءاللہ، مُرتبہ مولانا محمد داؤد راز، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، 2/46

اگر میت کا مال زائد اور وارث کم ہو تو کفن سنت افضل ہے اور عکس ہو تو کفن کفایت اولی اور اس سے کم بحالت اختیار جائز نہیں ہاں وقت ضرورت جو میسر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو، مرد و عورت دونوں کے لیے بس ہے۔[19]

میت کے جسم کے ساتھ لگی مصنوعی چیزیں مثلاً بال اور دانت وغیرہ آسانی سے اُتر سکیں تو اُتار لیں اور اصلی بال، ناخن وغیرہ نہ اتاریں۔[20]

میت کو غسل دیتے وقت آدمی کے کپڑوں اور جسم پر چھینٹے پڑنے کے خدشہ کی وجہ سے آپ ﷺ فرمایا جس شخص نے میت کو غسل دیا ہو اس کو بعد میں خود بھی غسل کر لینا چاہیے۔ اور جو اس (میت) کو اٹھائے، اسے وضو کرنا چاہیے۔[21]

فقہانے اس کو مستحب فرمایا ہے۔ فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ غسل میت کے بعد خود غسل کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر وضو کر کے وہ نماز جنازہ پڑھاوے یا فرائض پنجگانہ میں امام ہو تو نماز اس کے پیچھے درست ہے۔[22]

میت کو قبرستان لے جانے اور دفنانے میں جلدی کرنا پسندیدہ ہے کیوں کہ اگر وہ نیک ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو ، جلدی لے چلو! اور اگر بُرا ہے تو کہتا ہے ہائے ہلاکت مجھے کہاں لے جاتے ہو! انسان کے علاوہ اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے۔[23]

---

[19] فتاوٰی رضویہ، خان، احمد رضا، مولانا، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان، 9/99-100

[20] فتاوٰی رضویہ 9/91

[21] سنن ابی داؤد:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 3192

[22] فتاوٰی دارالعلوم دیوبند 5/312

[23] سنن نسائی :کتاب الجنائز:حدیث نمبر1910

جنازہ کو دائیں جانب سر کی طرف پھر پاؤں اس کے بعد بائیں جانب سر پھر پاؤں کی طرف سے دس دس قدم کندھا دیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کے جنازہ کو کندھا دیا۔ جنازہ کے پیچھے پیدل چلنا افضل ہے۔ جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت دی گئی ہے۔[24]

جنازہ میں چالیس(40)لوگ شریک ہو کر دعا کریں تو اللہ تعالیٰ مردے کی بخشش فرما دیتا ہے۔[25]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں سو(100)لوگوں کا ذکر ہے۔[26]

فتاویٰ رضویہ میں اس حدیث مبارکہ حوالہ دے کر لکھا گیا ہے کہ یہاں ایک لطیف تر تحریر ہے کہ فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئی کہ نمازِ جنازہ شفاعت ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے۔[27]

بغیر کسی مجبوری کے نمازِ جنازہ کے دوران میت کسی سواری یا گاڑی وغیرہ پر نہ ہو۔[28]

جنازہ میں طاق صفیں اس لیے بنائی جاتی ہیں کہ ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق عدد اس کو پسند ہے۔[29]

حضرت مالک بن ہُبَیرَۃ رضی اللہ عنہسے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جس کی نماز جنازہ تین صفوں نے پڑھی تو اس نے جنت واجب کر لی"[30] اگر جنازہ میں لوگ کم ہوں تب بھی دو دو تین تین بندوں کے ساتھ تین صفیں بنا لی جائیں تو بہتر ہے۔[31]

---

[24] بہار شریعت:ج4:ص836

[25] شُعَبُ الایمان ،،9249

[26] صحیح مسلم:کتاب الجنائز:حدیث نمبر2198

[27] فتاویٰ رضویہ 9/294

[28] بہارِ شریعت:ج1:ص828

[29] صحیح مسلم:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 2677

[30] جامع ترمذی :کتاب الجنائز:حدیث نمبر:1028

[31] بہارِ شریعت:ج1:ص836

نمازِ جمعہ، عیدین یا عام نماز کے وقت جنازہ آگیا تو پہلے نماز پڑھیں پھر جنازہ پڑھا جائے اور جنازہ پڑھانے میں اس لیے تاخیر کی کہ لوگ زیادہ آجائیں تو یہ مکروہ ہے۔[32]

مومن کی عزّت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنازہ میں شریک ہر شخص کی بخشش فرمادیتا ہے۔[33]

شریعتِ اسلامیہ میں بُرے طریقہ سے مرنے والوں کے لیے وعید فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہسے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا"جو اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارتا ہے وہ جہنم میں اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارتا رہے گا اور جو شخص نیزہ چبھو کر مارتا ہے وہ جہنم میں اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا"۔[34]

اور اس طرح کے پانچ لوگوں کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھائی۔

(1): جس نے تیر سے خودکشی کی تھی۔[35]

(2): شادی شدہ زنا کرنے والا جس کو سنگسار کیا گیا تھا۔[36]

(3): جس آدمی نے ناجائز وصیت کی۔[37]

(4): جس نے مال غنیمت میں چوری کی۔[38]

(5): مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی۔[39]

---

[32] بہارِ شریعت:ج1:ص840

[33] شُعَبُ الایمان :9259

[34] صحیح بخاری:کتاب الجنائز:حدیث نمبر1365

[35] صحیح مسلم:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 2262

[36] سنن نسائی:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1958

[37] سنن نسائی :کتاب الجنائز:حدیث نمبر1960

[38] سنن نسائی:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1961

[39] سنن نسائی:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1962

نبی کریم ﷺ نے اِس طرح کے لوگوں کی حوصلہ شکنی کے لیے نماز نہیں پڑھائی لیکن مسلمان اعلان و تشہیر کے بغیر اِن کی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ یہ لوگ کلمہ گو مسلمان ہیں۔[40]

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں بھی در مختار کے حوالے سے یہی مؤقف اپنایا گیا ہے کہ جو شخص خود کشی کرے اس کے جنازہ کی نماز پڑھنے میں اختلاف ہے اور پڑھنے پر بھی فتوٰی ہے۔[41]

میت کے چہرے سے کفن اٹھانے، بوسہ دینے اور آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں، حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کے وصال پر آپ کی انکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔[42]

نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا[43] اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیا تھا۔[44]

نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت زینب کے بیٹے کے وصال کی خبر پر بھی آپ کے آنسو نکلے اور یہ فرمایا:

"اِنَّ لِلهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ"

"اللہ تعالٰی ہی کا سارا مال ہے جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کرو اور اللہ تعالٰی سے ثواب کی امید رکھو"۔[45]

لیکن دُکھ اور غم میں خلافِ شریعت کاموں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے چہرے کو پیٹا اور گریبان چاک کیا اور جاہلیت کی سی پکار پکاری۔[46]

---

[40] مزید تفصیل: بہارِ شریعت: ج1: ص827

[41] فتاوٰی دارالعلوم دیوبند 5/ 288

[42] صحيح بخاری:كتاب الجنائز:حديث نمبر1303

[43] سنن ابی داؤد :كتاب الجنائز:حديث نمبر316 3

[44] صحيح بخاری:كتاب الجنائز:حديث نمبر 4188

[45] صحيح بخاری:كتاب الجنائز:حديث نمبر 1284

[46] صحيح بخاری:كتاب الجنائز:حديث نمبر 1294

عورت کی میت مَحارِم اُتاریں یعنی وہ جن سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام تھا جیسے بھائی، بیٹا، باپ وغیرہ، یہ نہ ہوں تو دیگر رِشتے دار، یہ بھی نہ ہوں تو پرہیز گاروں سے اُتروائیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو طلحہ کو حضرت اُم کلثوم کو قبر میں اتارنے کا حکم دیا چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے اور سیدہ کو قبر میں اتارا۔[47]

دفن کے بعد قبر پر درخت کی شاخ گاڑنے کے حوالے سے فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے:

قبر پر کسی ٹہنی وغیرہ گاڑنے کے حوالے سے ایک حدیث مبارک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چغل خور اور پیشاب کے چھینٹوں کی احتیاط نہ کرنے والوں کی قبر میں عذاب کا مشاہدہ فرمایا تو درخت کی ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے قبروں پر گاڑ دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گی تو قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔[48] مذکورہ حدیث کو جواز بنا کر عوام الناس میں قبر پر دانے اور پانی وغیرہ ڈالنے کا رواج ہے اس سلسلہ میں دفن کے بعد قبر پر درخت کی شاخ گاڑنے کے حوالے سے فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے۔

علماء حنفیہ نے و نیز محققین نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے اور رفع عذاب کو آپ کی برکت کی وجہ سے مخصوص کیا ہے لہذا احوط اس کا ترک کرنا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی قبر پر شاخ گاڑنے یا نہ گاڑنے کے حوالے سے عدم ثبوت کا ذکر کیا ہے۔[49]

فتاوٰی رضویہ میں قبر پر سبزی، پھول یا اگر بتی رکھنا، جلانا جائز ہے یا نہیں کے حوالے سے مسئلہ نمبر 157 کے جواب میں لکھتے ہیں کہ قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے اور فتاوٰی عالمگیری اور رد المحتار کا حوالہ دیتے ہیں کہ پھول جب تک تر رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر کے میت کا دل بہلاتا ہے اور خدا کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اس بات سے اور حدیث پاک کی اتباع کے لحاظ سے اس کا مندوب ہونا اخذ ہوتا ہے اسی پر اس کا قیاس بھی ہو گا جو ہمارے زمانے میں آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کا دستور ہے۔

---

[47] صحیح بخاری:کتاب الجنائز:حدیث نمبر1342

[48] صحیح بخاری:کتاب الجنائز:حدیث نمبر1361

[49] فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی 5/ 415

اور مزید لکھتے ہیں کہ " اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوئے ادب اور بد فالی ہے ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔[50]

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے عورتوں کے مزارات پر جانے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں اور مردوں کے لیے بھی زیارت قبور منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔[51]

فتاوٰی رضویہ کتاب الجنائز میں اس مسئلے کی وضاحت کے لیے 25 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "جمل النور فی نهی النساء عن زيارة القبور" کے نام سے لکھا ہے۔[52]

قبر اور قبرستان سے متعلق احکام:

دینِ اسلام نے زندہ لوگوں کو قبرستان جانے کی دعا سکھائی ہے۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

جب وہ قبرستان جاتے تو رسول اللہ ان کو اس دعا کی تعلیم دیا کرتے تھے:

"اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّآاِنْ شَآءَ اللهُ لَلَاحِقُوْنَ اَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ"

”سلامتی ہو مسلمانوں اور مومنوں کے ٹھکانے میں رہنے والو تم پر اور ہم ان شاء اللہ ضرور (تمہارے ساتھ) ملنے والے ہیں میں اللہ تعالٰی سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت مانگتا ہوں“۔[53]

مذکورہ حدیث مبارکہ کا حوالہ دے کر کسی نے مولانا ثناءاللہ امر تسری سے قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس مسئلہ کو قبرستان میں جا کر سلام کرنے والی حدیث پر قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ

---

[50] فتاوٰی رضویہ جلد 9/525

[51] فتاوٰی رضویہ 9/539

[52] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: فتاوٰی رضویہ 9/542-567

[53] صحيح مسلم:كتاب الجنائز: حديث نمبر 2257

آنحضرت عام طور پر جب مل کر دعا کرتے تو ہاتھ بھی اٹھاتے تھے۔ اس بات کے بعد مولانا نے اس حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔[54]

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ کسی سائل نے پوچھا کہ قبر پر کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا کیسا ہے تو جواب میں ارشاد فرمایا زیارت قبور کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں ہاتھ اٹھانا ایصال ثواب کے وقت ثابت نہیں ہے۔[55]

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ اُحد کے دن ایک سے زیادہ شہداء کو ایک کپڑے میں کفناتے اور جس کو زیادہ قرآن کی سمجھ ہوتی اس کو قبر میں پہلے رکھتے اور فرماتے کہ میں اِن پر قیامت کے دن گواہ ہوں گا اور اِن کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور نہ غسل دیا اور نہ نماز پڑھی۔[56]

دوسری روایت کے مطابق حضرت جابر کے والد کے والد حضرت عبد اللہ کو کسی دوسرے شہید کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا، چھ ماہ کے بعد انہوں نے اپنے والد کو نکالا تو ان کا جسم صحیح سلامت تھا پھر آپ نے انہیں جنت البقیع میں دفن کیا۔[57]

فتاوٰی ثنائیہ کے مطابق ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردوں کو دفن کرنا صرف جہاد کے وقت ہے عمومی حالات میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔[58]

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں الدر المختار کے حوالے سے لکھا ہے کہ بلاضرورت نعش کو قبر سے نکالنا بھی ممنوع ہے۔[59]

---

[54] فتاوٰی ثنائیہ 9/49

[55] فتاوٰی ثنائیہ 5/434

[56] صحیح بخاری:کتاب الجنائز: حدیث نمبر 1343

[57] صحیح بخاری:کتاب الجنائز: حدیث نمبر 1351

[58] فتاوٰی رضویہ 2/48

[59] فتاوٰی دارالعلوم دیوبند 5/413

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں ضرورت کی حدود و قیود بیان نہیں کی گئی ہیں کہ وہ کون سی ضرورت ہے کہ جس کی وجہ سے نعش کو قبر سے نکالا جاسکتا ہے۔

فتاوٰی رضویہ کے مطابق قبر کی لمبائی چوڑائی کی حتمی مقدار متعین نہیں کی گئی ہے۔ زمین کے سخت اور نرم ہونے اور مرد وعورت کے جسم کی مناسبت سے خیال رکھنے کا کہا گیا ہے۔ قبر کا گہرا ہونا زندہ اور مُردہ دونوں کے عزت و قار کے لیے ہے۔ میت کی قبر نصف قد کے برابر کھودی جائے اگر زیادہ ہو تو اچھا ہے۔[60]

فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ ایک سائل نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ صندوقی قبر کی گہرائی جو نصف قامت ہے تو کیا یہ کُل قبر کی گہرائی ہے یا کیا ہے ؟اور قبر میں جو فرشتے آکر میت کو بٹھاتے ہیں کیا اس وجہ سے قبر کو گہرا کھودا جاتا ہے ؟

اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایافقہاء کی مراد نصف قامت گہرائی سے کُل قبر کی گہرائی مراد ہے اور یہ ادنی درجہ گہرائی کا ہے اس سے زیادہ پورے قامت تک بہتر ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ بدبو نہ پھیلے اور درندوں سے محفوظ رہے۔

قبر کو گہرا کرنے کی وجہ فرشتوں کا آنا نہیں کیوں کہ اس عالَم میں میت کے بٹھانے کے لیے گہرائی مذکور کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ وہ عالَم اس عالَم کے مثل نہیں ہے۔[61]

دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اُونٹ کو ذبح کرکے گوشت تقسیم کر دیا جائے۔[62]

نبی کریم ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور اُن پر بیٹھنے اور اُن پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔[63]

---

[60] فتاوٰی رضویہ:ج9:ص382

[61] فتاوٰی دار العلوم 5/412

[62] بہار شریعت:ج1:ص846

[63] صحیح مسلم:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 2245

دوسری روایت میں قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔[64]

بعض فقہاء نے قبر کی پختگی کی ممانعت سے مراد "قبر کا اندرونی حصّہ بلا ضرورت، زیب و زینت کے لیے بنانا" لیا ہے۔[65]

وگرنہ زمین کے کمزور اور نرم ہونے یا بارش سے قبر ٹوٹنے یا دھنس جانے کا خطرہ ہو تو کوئی حرج نہیں اسی وجہ سے تابوت (لوہے یا لکڑی کا ہو) کی اجازت دی گئی ہے۔

لیکن یہ ذہن میں رہے کہ یہ عمل صرف جائز اور مباح کے درجہ میں ہے فرض نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ دھوپ اور بارش سے بچ سکیں۔ کسی بھی چیز کو فرض یا حرام کہنے کے لیے دلیل قطعی درکار ہے جو نصوص قطعیہ میں موجود نہیں ہے۔[66]

جتنی مٹی قبر سے نکلی ہے اُس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے، قبر اُونٹ کے کوہان کی طرح ڈھال والی بنائیں۔[67]

فتاوٰی رضویہ میں ہے کہ قبر کے اوپر اگر بتی وغیرہ نہ جلائی جائے، خوشبو کے لیے ہو تو قبر کے پاس خالی جگہ پر لگائیں۔[68] قبر کا بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے اور بزرگانِ دین کے مزار کا طوافِ تعظیمی بھی منع ہے۔[69]

میت کو قبر میں اُتارنے کی مختلف طرح کی روایات ملتی ہیں۔[70] قبلہ کی جانب سے حسبِ ضرورت دو یا تین اور بہتر یہ ہے کہ قوی اور نیک آدمی قبر میں اُتاریں۔[71]

---

[64] صحیح مسلم:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 2250

[65] بہارِ شریعت:ج1:ص846

[66] فتاوی رضویہ جلد9۔ص493

[67] عالمگیری:باب الجنائز1/ 166

[68] فتاوٰی رضویہ:9/ 482-525

[69] بہارِ شریعت:ج1:ص850

[70] سنن ابی داؤد:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 1321

[71] بہارِ شریعت:قبر و دفن کا بیان:ج1:ص850

ایصالِ ثواب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہسے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کا دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں تیسرے نیک بخت بچے کا جو اس کے لیے دعا کرے۔[72]

دورِ حاضر میں مرنے اور تعزیت کے موقع پر پُر تکلف کھانے کی دعوت کی بجائے میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکا کر بھیجنے کی تعلیم ارشاد فرمائی گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ حضرت جعفر کے وصال پر حضور ﷺ نے فرمایا جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیوں کہ ان پر ایسی مصیبت آن پڑی ہے جس میں ان کو فرصت نہ ہو گی۔[73]

فتاوٰی رضویہ میں ہے انسان کے مرنے پر دعوت ناجائز اور بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔[74]

فتاوٰی رضویہ میں اس کے بدعت ہونے پر مسند احمد بن حنبل اور سنن ابن ماجہ سے احادیث بطور استشہاد پیش کی گئی ہیں اور مختلف فتاوٰی جات خصوصًا فتاوٰی خلاصہ، فتاوٰی سراجیہ، فتاوٰی ظہریہ اور فتاوٰی تاتارخانیہ سے مؤید دلائل لائے گئے ہیں کہ:

"لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة ايام فى المصيبة لان الضيافة تتخذ عند السرور"

ترجمہ: مصیبت کے تین دنوں میں ضیافت جائز نہیں ہے کیوں کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے۔[75]

مرتے وقت وارثوں کو غنی چھوڑ کر جانے کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا ہے بجائے اس کے کہ کوئی اپنا مال صدقہ کر دے اور اہل و عیال محتاجی کی زندگی گزاریں۔[76]

---

[72] صحیح مسلم:كتاب الجنائز:حديث نمبر 4223

[73] سنن ابی داؤد:كتاب الجنائز:حد يث نمبر 3132

[74] فتاوٰی رضویہ 9/662

[75] فتاوٰی رضویہ 9/663

[76] صحیح بخا ری:كتاب الجنائز: حديث نمبر1295

جنازہ کے بعد دُعامانگنے کو بھی فتاوی میں فرض یاواجب نہیں کہا گیاہے دعاکے قائلین بھی صرف جائز اور مستحب کے دعوی دار ہیں کیونکہ،عام آدمی عربی زبان کی دُعاؤں کو نہیں سمجھتاتو اس کے خشوع وخضوع کے لیے دُعامانگی جاتی ہے۔ فتاوٰی دارالعلوم دیوبند میں علامہ شامی کے حوالے سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ:

"ان صلوة الجنازه هي الدعاء للميت اذ هو المقصود ولم يرو عن السلف الدعاء بعدها بهيئة اجتماعيه فالاولى الاقتصار عليها"

ترجمہ: نماز جنازہ میت کے حق میں خود ایک دعاہے اور وہی مقصود ہے۔سلف صالحین سے جنازہ کے بعد اجتماعی شکل کی دعامروی نہیں ہے لہذا جنازہ کے اندر کی دعاپر اکتفا کیا جائے۔[77]

قرانِ مجید زندہ لوگوں کا منشور حیات ہے جس میں زندہ لوگوں کی زندگی گزارنے کے اصول وقوانین بیان کیے گئے ہیں اس کے ساتھ بعض وہ سورتیں جن کا مرکزی موضوع آخرت ہے ان کی تلاوت کو بھی انسانوں کی موت کے ساتھ بھی پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے مثلاً ایک مقام پر ارشادنبوی ہے کہ مرنے والوں پر یٰسین پڑھو۔[78]

دوسرے مقام پر سُورَۃُ الْمُلک کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا"اللہ کی کتاب میں ایک سورت ہے جس کی صرف تیس(30) آیتیں ہیں اِس نے ایک آدمی کے لیے شفاعت کی یہاں تک اسے بخش دیا گیا"۔[79]

قبر پر قرآنِ مجید کی تلاوت کے بارے میں بظاہر کوئی اختلاف نظر نہیں آتا لیکن قرآنِ مجید کو ساتھ لے جانا اور وہاں قبرستان میں تلاوت کرنے کے حوالے سے کچھ اختلاف نظر آتا ہے لیکن یہ عمل فرض یاواجب ہونے کا دعوی کسی کے ہاں نظر نہیں آتا۔

فتاوٰی دار العلوم دیوبند کے مطابق ایصالِ ثواب کے لیے قبر پر قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب بھیجنا درست ہے۔[80]

---

[77] فتاوٰی دارالعلوم دیوبند 5/352

[78] سنن ابی داؤد:کتاب الجنائز:حدیث نمبر 3121

[79] جا مع تر مذی:کتاب الجنائز:حدیث نمبر2891

[80] فتاوٰی دارالعلوم دیوبند 5/448

خلاصہ بحث

اسلام حسنِ اختلاف کو سراتا ہے لیکن اس اختلاف کی بنا پر اُمت کی تقسیم اور آپس کی نفرت کو ہر گز قبول نہیں کرتا ہے۔ مذکورہ فتاوٰی جات میں جنائز سے متعلق مباحث کے تقابلی جائزہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ اختلاف اصولی کے بجائے فروعی نوعیت کا ہے۔اس اختلاف کا مدار اصول تقنین کے مطابق فقط فروعی اور استحبابی نوعیت کا ہے ۔جنازہ میں فاتحہ پڑھنا ہر ایک کے نزدیک جائز ہے اور کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں ہے۔ ادعیہ ماثورہ مسنونہ بھی بیسیوں کی تعداد میں ثابت ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں رائج درودِپاک کے علاوہ متعدد درودِپاک احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہیں۔ جنازہ کے اندر اللہ تعالٰی کی حمد و ثناء، نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر درودِپاک اور دعائے مغفرت کے لیے الگ الگ مقامات متعین ہیں اگر بعد میں دعا نہ بھی کی جائے تو انسان گناہ گار نہیں ہو گا اور اگر شرعی تعیین کے بغیر مطلق مانگ لی جائے تو حرام نہیں ہے لہذا اس طرح کے احکامات پر اُمت کو متفق ہونا چاہیے نہ کہ اختلاف اور نفرت کا دروازہ کھولنا چاہیے۔